رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔

فاروق

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷۔ ۱۴۔ ۲۱۔ ۲۸۔

شرح چندہ
سرپرستان۔ معاونین۔ عام۔ طلباء۔ ششماہی
عنہ۔ صہ۔ للعہ۔ سے۔ عاہ
انڈیا سے باہر چھ روپے آٹھ آنے (۶ ؍ ۸)

جلد ۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ شوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۳۶ء | نمبر ۳۶

اپنے بیٹے عبدالرحیم دکاندار سے قطع تعلق کا اعلان

میرا بیٹا عبدالرحیم چونکہ اپنی شوخیوں اور شرارتوں میں اب حد سے بہت بڑھ گیا ہے۔ اور کئی طرح سے مجھے تنگ کر رہا ہے۔ میں نے متعدد دفعہ اس کو نرمی اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے میری نرمی سے ہمیشہ ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ میں نے محلہ کے معزز احباب کے ذریعہ سے بھی اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے کسی بزرگ کی بات تسلیم نہیں کی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے معزز نمائندوں کی بھی اُس نے ہتک کی۔ غرض جو بھی اس کو سمجھانے آیا۔ اس کی اس نے لاپرواہی سے ہتک کی۔ مگر باوجود ان سب امور کے میں نے اپنی جائداد غیر منقولہ واقع محلہ دارالفضل غربی سے ایک حصہ اس کو رہنے کیلئے دیا۔ پھر بھی اس نے میرے اس سلوک سے اپنا رویہ نہ بدلا۔ اور کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ بلکہ میرے مکان کا کنوئاں اور پردہ اور دروازہ بالکل مسمار کر کے میری اور میری اقارب کی بے پردگی اور بے عزتی کی اور سخت زبانی اور بے حرمتی کرتا ہوا یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ کہ اب میں نہ تم کو اور نہ تمہارے اہل و عیال کو چین سے رہنے دوں گا۔ اس لئے میں اپنے پہلے فیصلہ کو جو اس کے حق میں جائداد کے متعلق کیا تھا منسوخ کرتا ہوں۔ اور اس کو آج سے میری زندگی اور میرے بعد میری کسی قسم کی جائداد یا اس کے کسی جزو پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ پس میں اپنا یہ فیصلہ بغرض اشاعت و عام اطلاع اخبار میں شائع کرتا ہوں۔ کہ سند رہے ؛

خاکسار فضل محمد بقلم خود دکاندار محلہ دارالفضل قادیان دارالامان

سلسلہ کی خبریں

(۱) ہفتہ زیر اشاعت میں سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت خدا کے فضل سے قابل حمد ہے۔ حضور روزانہ درس فرماتے ہیں۔

(۲) جن خریداران فاروق کے ذمہ گذشتہ سال کا بقایا ہے۔ اور بار بار وی پی واپس کر کے رقم کو بڑھایا ہے وہ براہ کرم اپنا بقایا معہ خرچ وی پی ہائے واپس شدہ ارسال فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔ ورنہ پھر ان کے نام وی پی ارسال ہوگا۔ جس پر ۳؍ زائد صرف ہونگے۔

(۳) ۷ جنوری کا فاروق ۱۲ جنوری کو کیوں شائع ہوا۔ اس لئے کہ گذشتہ سالوں میں عملہ ڈاک خانہ قادیان کی طرف سے ایک ماہ قبل فارم و اطلاع برائے تجدید رجسٹریشن نمبر مالکان اخبار کو آجایا کرتی تھی۔ اور بروقت لاہور سے درخواست پہنچنے پر منظوری آجایا کرتی تھی۔ امسال عملہ ڈاک کی طرف سے ۲۶ دسمبر کو بعد از وقت اطلاع ملی، ۲۷ کو درخواست بھیجدی تھی۔ مگر پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور کے دفتر سے باوجود بار بار درخواستیں کرنیکے ۱۱ جنوری کو منظوری آئی۔ تو ۱۲ جنوری کو اخبار ڈاک میں روانہ ہوا ؛

13/36

احراری مشن

صدر مجلس احرار ملا عبدالرحمن تبیجہ کلاں کی بے ہودہ سرائی
اور
اس کی حقیقت کا انکشاف

کچھ عرصہ ہؤا کہ ملا عبدالرحمن صدر مجلس احرار تبیجہ کلاں کی جانب سے ایک چیلنج بدیں مضمون بذریعہ اخبار احسان و مجاہد جماعت احمدیہ تبیجہ کلاں کو دیا گیا۔ کہ اگر تبیجہ کلاں کے احمدی تو مبایعین کی تعداد سترہ ۱۷ اکس ثابت کردیں۔ جنہوں نے ۱۹۳۴ء میں بیعت کی ہو۔ تو میں مبلغ پچاس ۵۰ روپے نقد انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔ اس مضمون کو دیکھتے ہی ہمارے محترم سکرٹری تبلیغ قریشی نور احمدؐ صاحب نے چیلنج منظور کرتے ہوئے بذریعہ اخبار الفضل اعلان کروادیا۔ کہ صدر صاحب انعامی رقم کسی بنک میں جمع کروادیں۔ اور ہم سے ثبوت لے لیں۔ اس پر ملاں عبدالرحمن صاحب دم بخود ہو گئے۔ اور اپنے سکرٹری نور دین کی پناہ لی۔ اور بجائے صدارت کے سکرٹریت کا جُبہ اوڑھ لیا۔ اور نور دین کی آڑ میں ایک مضمون اخبار مجاہد میں شائع کرایا۔ جس کا دندان شکن جواب پھر ہمارے محترم سکرٹری صاحب قریشی نور احمدؐ نے بذریعہ اخبار دیا۔ کہ اگر ملاں صاحب کو حق و باطل میں فیصلہ کرنا مقصود ہے تو خود آگے آئیں۔ مرد بنیں اور میدان میں نکلیں۔ اور نور دین کے اندر گھسنے کی بے سود کوشش نہ کریں۔ اور انعامی رقم جمع کروانے کے لئے ۲۵؍ دسمبر ۱۹۳۵ء تک میعاد مقرر کردی۔ لیکن آج تک ملاں صاحب کو یہ جرأت نصیب نہیں ہوئی۔ کہ وہ صداقت کے قریب تک گزرے اور روپے جمع کرواکر ہم سے ثبوت لے۔

آخر تنگ آکر کھسیانی بلی کھمبا نوچے پر اُتر آئے۔ چنانچہ ۲۲؍ دسمبر کے مجاہد میں لکھتا ہے کہ "اصل اس کا میاں محمد اسد اللہ ہے۔ وہ آج تک اس معاملہ میں خاموش ہے۔ اور اپنے ناپاک جھوٹ کا حشر دیکھ رہا ہے۔ اور کسی نور احمد کو جسے مُنہ چڑانے اور نقالی میں مہارت تامہ ہے۔ آگے کردیا ہے"

سب سے پہلے میں یہ واضح کردینا چاہتا ہوں۔ کہ قریشی نور احمدؐ صاحب ہماری جماعت کے سکرٹری تبلیغ ہیں۔ اور ان کے تقرر کا اعلان ۱۲؍ اگست ۱۹۳۴ء میں مرکز کی طرف سے ہو چکا ہؤا ہے۔ اور دوسرے میں حلفاً کہتا ہوں۔ کہ ہمارے محترم سکرٹری صاحب کو تو مُنہ چڑانے اور نقالی وغیرہ میں دور کی بھی نسبت نہیں وہ تو ایک راسخ الایمان اور حق گو انسان ہیں۔ مگر برعکس اس کے صدر صاحب ملاں عبدالرحمن کے حقیقی تایا صاحب کریم بخش ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۱۵ء تک مُنہ چڑانے سوانگ اُتارنے اور نقلیں وغیرہ کرنے کے کام کو عام پبلک کے اکھاڑوں میں سرانجام دیتے رہے ہیں۔ جس کا حق قانوناً اور شرعاً خصوصاً صدر صاحب کو اور انکی اولاد کو پہنچتا ہے سہ آشنا اپنی حقیقت سے ہو۔ ناداں ذرا

مگر افسوس اور صد افسوس کہ اگر ملاں عبدالرحمن صاحب صدر اپنے گریبان میں منہ ڈالکر سوچتے تو تمام عقدہ کشائی ہو جاتی۔ کیوں وہ اپنی چارپائی کے نیچے ڈنگوری نہیں پھیرتا۔ اور دوسری کو مطعون کرنے کے لئے تیزی سے کمربستہ ہو جاتا ہے۔ کیا ملاں صاحب کو اپنے پیارے مسیح ناصری کا ارشاد بھی بھول گیا۔ جس کی انتظار میں وہ آج تک آسمان کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے متی باب ۷ آیت ۳ تا ۵ میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ کہ "کیوں تو اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا۔ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں سے شہتیر تو نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو اچھی طرح دیکھ سکے گا"

پھر صدر صاحب نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کہ ہمارے سکرٹری صاحب جن سے ملاں صاحب کا سلسلہ کلام تھا کچھ کم علم ہیں۔ اسکے متعلق میں واضح طور پر صدر صاحب کو کہتا ہوں کہ آپ اپنی حاصل کردہ ڈگری کی سند جو جناب نے چوتھی جماعت کے اول نمبر فیل ہونے پر حاصل کی تھی۔ آپنے عالم ہونے کے متعلق پیش کرسکتے ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور بھی کروگے۔ جو آپکو علم عربی یا فارسی یا انگریزی میں ڈگری حاصل ہے۔ لیکن میں آپ کی توجہ اصل مضمون کی طرف مبذول کرانی چاہتا ہوں۔ اس لئے طویل نویسی میں پڑنا نہیں چاہتا یہ جو تم نے لکھا ہے کہ مبلغات کیلئے بنکوں کی خاک نہ چھانو۔ بلکہ کسی مقامی آدمی کو ضامن لے لو۔ پہلے وہ وجوہات بیان کرو جو بنک میں روپے جمع کروانے میں بوجہل معلوم ہوتی ہیں وہ کونسی مجبوریاں ہیں۔ جن سے تم ہچکچاتے ہو۔ چیلنج تو پچاس روپے نقد کا کرتے ہو لیکن جب منظور کرلیا جاتا ہے تو ضامن ڈھونڈتے ہو۔ "چلے نہ دھیلا کردی میلا میلا"۔ اگر آپکے پاس روپے نہیں تو صاف اعلان کردو ورنہ ۱۷؍ جنوری ۱۹۳۶ء تک روپے جمع کرکے ہم سے ثبوت لے لو۔ ورنہ ناحق جھوٹ بول بولکر اپنا نامۂ اعمال سیاہ نہ کرو۔ خدا تعالےٰ کے عذاب سے ڈرو۔ اسکی گرفت نہایت سخت ہے۔ تم اس طرح بندوں کو دھوکہ دے سکتے ہو۔ مگر خدا کو کیا جواب دوگے۔ اگر تم نے اب بھی اس مقررہ میعاد تک انعامی رقم جمع نہ کروائی۔ تو آپکو ہمیشہ کیلئے اکذب سمجھا جائے گا۔ اور لعنت کا طوق آپ کے گلے میں قیامت تک پڑا رہے گا۔

نیازمند۔ محمد اسد اللہ سکرٹری جماعت احمدیہ تبیجہ کلاں ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲ ✿ قادیان دارالامان مورخہ ۱۴؍ جنوری ۱۹۳۶ء ✿ نمبر ۳۶

مسلمانوں کی تباہی کیلئے احرار کے کارہائے نمایاں

(۲)

اِن علماءِ سُوء کی چوتھی لغزش اور واقعہ ہجرت کابل!

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آگیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

کیا ہی اچھا ہوتا کہ ایسے ایسے خونیں اور بے نظیر تباہی افگن واقعات عام مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیتے اور ایسے لیڈروں سے جو دِل بدن ان کو ان کی آخری اور پوری تباہی کی طرف کشاں کشاں لئے جاتے تھے۔ ان سے بریت اور بیزاری کا اعلان کر دیتے۔ مگر خدا رحم کرے اس امت مرحومہ پر کہ انہوں نے پھر بھی علماء سوء کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور نہ سمجھا کہ یہ لوگ ہندوؤں کے آلہ کار بن کر ان کے ہاتھوں ان کے مال و جان کو بیچ رہے ہیں۔ اور دل سے چاہتے ہیں۔ کہ کسی طرح ہندو راج قائم ہو جائے۔ اور مسلمان یا تو ہلاک ہو جائیں یا ملک چھوڑ جاویں۔ چنانچہ جب ان کے جاہل علماء نے دیکھا کہ غریب مسلمانوں نے ان کے فتوے کے ماتحت عدم تعاون کی تحریک کو بھی دل و جان سے قبول کیا۔ اپنی درسگاہوں کو تباہ کیا۔ ان کے فتوؤں سے ملازمتیں بھی ترک کر دیں۔ تو اب بھی ضرور ان کے جائز و ناجائز فتوے پر سر تسلیم خم کر دینگے تو انہوں نے ان بیچاروں کو اپنے آقایان نعمت کے اشارے پر فتویٰ دیا۔ کہ گورنمنٹ کی حکومت کے ماتحت زندگی بسر کرنا حرام ہے۔ اس لئے کسی اسلامی حکومت کی طرف ہجرت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ہجرت کابل کا فتویٰ دے دیا گیا۔ اور اس طرح ہندوؤں کی من مانی آرزوئیں پوری ہوئیں۔ کیونکہ وہ چاہتے ہی تھے۔ کہ کسی طرح مسلمان ہلاک ہوں۔ اور ان کے لئے جگہ خالی ہو۔ پھر اپنا ہی راج اور اپنی ہی حکومت ہو۔ اس لئے ہندوؤں نے اس سنہری موقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور مسلمانوں کو ترک وطن پر خوب ابھارا۔ یہ تحریک آناً فاناً زور پکڑ گئی۔ اور صوبہ پنجاب۔ سندھ۔ یو۔پی اور فرنٹیئر کے مسلمان اپنے مکان اور قیمتی جائدادیں چند پیسوں میں ہندوؤں کے پاس فروخت کر کے کابل کی طرف روانہ ہونے شروع ہو گئے۔ اور ہندو لوگ نہایت لاپرواہی اور بے رغبتی کا اظہار کرتے ہوئے ہزاروں روپیہ کی مالیت کی جائداد معمولی رقم دے کر خرید لیتے۔ اور غریب مسلمان اپنے معصوم بچوں۔ اور بے زبان شرم و حیا کی پیکر عورتوں کو لیکر کابل کی طرف دور دراز اور کٹھن منازل طے کرتے ہوئے روانہ ہو پڑے۔

اس وقت امام جماعت احمدیہ نے ان کو ہلاکت اور تباہی سے بچانے کے لئے پوری کوشش کی۔ اور کھلے اور واضح الفاظ میں اعلان فرمایا۔ کہ ہجرت کرنے سے سوائے اپنی سُبکی کرانے اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہونے کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ پھر حضور نے با دلائل ثابت کیا۔ کہ یہ ہجرت ہجرت نہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

"ہندوستان کی سات کروڑ آبادی ہندوستان کو چھوڑ کر باہر نہیں جا سکتی۔ اور نہ اس کے باہر جانے سے کوئی غرض اور فائدہ ہے ہجرت اس وقت ضروری ہوتی ہے جبکہ اس علاقہ میں جہاں کوئی شخص رہتا ہے اس کو احکام شرعیہ کے بجا لانے کی آزادی نہ ہو"۔ (الفضل ۲۳ اگست ۱۹۲۰ء)

مگر نفس پرور اور ہندوؤں کے آلہ کار جاہل علماء ان کو ایسے طریقوں سے برانگیختہ کرتے کہ وہ کسی ناصح کی نصیحت پر دھیان کرنا گناہ سمجھتے تھے۔

ہجرت کا حشر یا عُلماء سوء کا ماتم

اس تحریک ہجرت کے نتیجہ میں جو جو حالات رونما ہوئے وہ اس قدر روح فرسا اور جان گسل واقعات پر مشتمل ہیں۔ کہ جن کے ذکر سے قلم کانپتا

اور دل بھر بھر آتا ہے۔ پہلے تو غریب مہاجرین کی ہزاروں کی جائدادیں کوڑیوں کے دام ہندوؤں نے خرید کر لیں۔ اور پھر جو تھوڑی بہت رقوم ہاتھ لگیں۔ وہ لے کر بدقسمت مسلمان کابل کی طرف روانہ ہو پڑے۔ جب حکومت انگلشیہ کی حدود سے آگے بڑھے تو ڈاکوؤں اور لٹیروں نے بُری طرح سے ان کا استقبال کیا۔ چنانچہ ایک شخص جو خود ہجرت کرنے والے ایک قافلہ میں شامل تھا۔ اس نے مجھے بتایا۔ کہ ڈاکوؤں نے صرف ہمارے مال واسباب لُوٹنے پر ہی کفایت نہ کی۔ کہ ہم علماء سوء جو ہم کو روانہ کر کے خود گھروں میں بیٹھ رہے تھے۔ کی جانوں کو روتے دھوتے ہم گھروں کو واپس آجاتے۔ بلکہ انہوں نے نہایت بے رحمی اور ظالمانہ روح سے ہمارے تن بدن کے کپڑے اُتار کر اسی طرح ننگے کر دیا۔ جس طرح کوئی ماں کے پیٹ سے بے پردہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے اس پر بھی صبر نہ کیا۔ اور نوجوان مہاجر لڑکیوں کو تو اُٹھا کر لے گئے۔ اور جن کو چھوڑا۔ ان کے ساتھ وہ گندہ حیا سوز اور ناقابل بیان سلوک کیا۔ جس کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور دل دہل جاتا ہے۔ ان کے جسم کے اعضاء کو اس قدر خراب کیا گیا۔ کہ ممکن تھا کہ ہم اپنی نہ بھولنے والی مصیبت کو بھی بھول جاتے۔ مگر ان غریب اور بے بس ننگی تباہ شدہ عورتوں کی زبوں حالت کا نقشہ کبھی بھولنے کے قابل نہیں۔ آخر اسی حالت میں ہم بھاگے۔ رات بھر ہم سفر کرتے اور صبح چھپ جاتے۔ اسی طرح بھوکے پیاسے ہم انگریزی علاقہ میں پہنچے۔ اور عورتوں کو چھپا رکھا۔ اور خود ایک نالی میں بیٹھ کر ستر کو ڈھانک کر بعض آدمیوں سے کپڑے مانگ کر عورتوں کے ستر کو ڈھانکا اور پھر اپنا ستر بھی ڈھانکا۔ اور اس طرح واپس گھروں کو آئے وغیرہ۔ علاوہ ازیں بعض اخبارات میں شائع شدہ حوالجات پیش کر کے واضح کرتا ہوں۔ کہ ہجرت کا فتویٰ دینے والوں نے کس طرح مسلمانوں کو تباہ ہونے دیا۔

(۱) اخبار حق رقمطراز ہے "کہ چند مہینوں سے ہر جمعہ کے روز خیبر کی راہ سے تارکان وطن کا جلوس جاتا دکھائی دیتا تھا..... وہ سیلاب جو اپنے سامنے بہائے جانے والا معلوم ہوتا تھا۔ اب اس کا رُخ بدل گیا۔ اور اس نے اب سرحد کو عبور کیا ہے۔ مگر اب وہ خوش رنگ جھنڈی غائب۔ جو سامان خوراک خریدنے کے لئے کابل میں چند آنوں کے عوض فروخت کر دیئے گئے یا سردی سے محفوظ رہنے کے لئے رضائیوں کی جگہ میں کام میں لائے گئے۔ عورتوں کے قیمتی زیورات معدوم ہو گئے۔ ہل چلانے والے بیل گم ہو گئے۔ جو پہلی دفعہ بھاری چھکڑوں میں جوتے گئے۔ اور بہت سی نازک اندام عورتیں اور بچے راہی ملک عدم ہو گئے۔ جو اس دشوار گزار سفر کی تاب نہ لا سکے۔"

(۲) مسٹر بدرالدین قریشی سکرٹری کا اعلان

"یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ صوبہ پنجاب سے جو مہاجرین ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہ اپنی تمام جائداد و مال فروخت کر کے گئے تھے؛"

(۳) پیسہ اخبار ۲۹ر ستمبر ۱۹۲۰ء میں لکھتا ہے "جلال آباد سے مسافرین کے دو گروہ ہوئے ایک گروہ سیدھا سڑک پر درۂ خیبر کو گیا۔ دوسرا گروہ حاجی زمزئی کی طرف گیا۔ ان سے سب کچھ چھین لیا گیا۔ روپیہ پیسے۔ کپڑے بسترے سے صاف اور پاک کئے گئے۔ **جو نوجوان اور خوبصورت عورتیں تھیں ان کو پٹھان جبراً اُڑا لے گئے۔** چند آدمیوں کو قتل اور چند کو زخمی کر گئے۔ جھمند پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مسافر نیچے تھے۔ ان کو اوپر سے گولیاں ماریں۔ پھر نیچے آکر تلاشی لے کر سب کچھ لے گئے۔ ...... یوسف زئی علاقہ کا ایک شخص تھا۔ اس کا کل سامان نقدی۔ پوشاک۔ اس کا اس کی اہلیہ و دیگر اطفال کا سب کچھ چور لے گئے۔ صبح کو روٹی کا محتاج تھا۔ نہایت شریف اور خاندانی آدمی تھا۔ وہ اب محتاج اور اشد مفلس ہو گیا تھا...... ایک جگہ ایک مسافر پیاس کے مارے گدھے سے نیچے گر پڑا گدھے والے سے کہا پانی پلا۔ اس نے کہا ایک روپیہ دو گے۔ تو پانی پلاؤں گا۔ پھر دوبارہ اس مسافر کو پیاس لگی۔ تو تین آنے دیکر اس نے پانی پیا۔ باڑی کاؤ کے قریب ایک نوجوان لڑکی پر اس کے رشتہ دار جمع تھے۔ وہ بسبب پیاس کے جان دے رہی تھی۔ بہت لوگ جوتی پگڑی فروخت کر کے ننگے سر اور ننگے پاؤں چلتے تھے۔ ہزارہا عورتیں پاپیادہ آہ وفغاں کرتی ہوئی مسافت طے کرتی تھیں۔ ہزارہا وضع حمل ہوئے"

اِدھر تو مہاجرین کی یہ حالت زار تھی۔ اُدھر امیر کابل نے اعلان کیا۔ کہ کوئی شخص حدود کابل میں داخل نہ ہو۔ مگر بے رحم ظالم مسلم لیڈروں نے اس سے کچھ عبرت حاصل نہ کی۔ بلکہ پھر بھی یہی اعلان کیا۔ کہ "پنجاب کمیٹی کو تیقن ہے کہ جو فرمان اعلیٰ حضرت امیر افغانستان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کے کچھ اور معنے بھی نکل سکتے ہیں۔ اور یہ قیاس ہی بے سروپا ہے۔ کہ جو مسلمان معاہدہ ترکی کی غیر منصفانہ شرائط اور خلافت کے تجزیہ کے خلاف احتجاج کے طور پر ہندوستان کی سکونت ترک کر رہے ہیں۔ انہیں پناہ گزینی کے حقوق سے دفعۃً محروم کر دے"۔ (منقول از الفضل ۳۰ر اگست ۱۹۲۰ء)

اس پر لطف یہ ہے کہ خود خلافت کو یہ معلوم ہے۔ کہ مہاجرین تباہ ہو رہے ہیں۔ مگر بھی تباہی میں دھکیلتے ہیں۔ چنانچہ اعلان ہوتا ہے کہ "وہ مہاجرین اقتصادی تباہی میں پھنس کر برباد ہو جائیں گے۔ جو اپنا گھر بار مال واسباب وغیرہ بیچکر جب پشاور پہنچے تو ان سے کہدیا گیا۔ کہ اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ حالانکہ ان کے کوئی گھر بار نہیں"

(اعلان خلافت کمیٹی منقولہ اخبار الفضل ۲ر ستمبر ۱۹۲۰ء)

ہندو نوازی اور اسلام دشمنی کی سزا

غیر اقوام نے جب اچھی طرح معلوم کر لیا۔ کہ مسلمانوں کے لیڈر بالکل اپنی قوم کے دشمن بن گئے ہیں۔ اور وہ بندر کی طرح ان کے اشارہ پر ناچنے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ تو انہوں نے اسلام کو مٹانے کی ایک خطرناک چال چلی۔ اور اس کو مذہبی رنگ دیکر علاقہ یو۔ پی میں مسلمانوں کو شدھ کرنا شروع کر دیا۔ یہ تحریک سچ مچ کے مذہبی جذبہ کے ماتحت نہ تھی۔ بلکہ اسلام کو مٹانے کی ایک سیاسی چال تھی۔ اور اس کا ایک بیّن اور واضح ثبوت یہ ہے۔ کہ اس علاقہ میں کام کرنے والے ہندو۔ آریہ بھی تھے۔ سناتنی بھی۔ جینی بھی۔ حتّےٰ کہ دیو سماجی بھی جو بالکل دہریہ قوم ہے۔ ان تمام فرقوں کا مل کر مسلمانوں پر یورش کر کے ان کو ہندو بلکہ دیو سماجی بنانا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ ایک سیاسی چال تھی۔ ورنہ ایک دیو سماجی کا جو خدا کی ہستی کا ہی منکر ہو۔ مذہبی میدان تبلیغ میں نکلنا کیا معنے رکھتا ہے؟

مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے جو ان دنوں علاقہ ملکانہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے نہایت جانفشانی اور تندہی سے ہندوؤں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ میرے پاس بیان کیا۔ کہ ان کو ایک ہندو لیڈر نے بتایا۔ کہ فی الواقع شدھی کا تمام کھیل محض ایک سیاسی چال کے ماتحت ہے اور اب ہم نے تہیہ کر لیا ہے۔ کہ اسلام کو بالکل مٹا دیا جائے۔ ابتداءً بے شک ہمارا خیال تھا۔ کہ مسلمانوں کو ساتھ ملا کر گورنمنٹ کا مقابلہ کریں کیونکہ مسلمانوں کو ایک بہت بڑی طاقت سمجھتے تھے۔ مگر خلافت کے مسئلہ کے دنوں میں واضح ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کے لیڈر قوم اور ایمان فروش ہیں۔ اور ان کے ادنےٰ سے لے کر اعلےٰ سے اعلےٰ آدمی کو چند پیسوں پر خریدا جا سکتا ہے۔ اسی لئے ہم نے شدھی کی بنیاد مال پر رکھی۔ اور آج کل جتنے چھوٹے بڑے مسلمانوں کے لیڈر ہیں سب ہندوؤں کے وظیفہ خوار ہیں۔ چنانچہ ہمارا یہ تجربہ بہت کامیاب رہا۔ اور ہم نے ہزارہا آدمی تھوڑے عرصہ میں شدھی کر لئے۔

اور یہ ایک حقیقت ہے اور ہندوؤں کی طرف سے کئی دفعہ اعلانات ہو چکے ہیں۔ کہ ہم مسلمانوں کو مٹا دینگے۔ اور معاذ اللہ مکہ اور مدینہ پر اوم کا جھنڈا گاڑیں گے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ مسلمان کہلانے والے لیڈر ہندوؤں کے زر خرید غلام تھے۔ چنانچہ گدائے لم یزلی اور عبدالدراہم والدنانیر اور سیاسی گرگٹ وغیرہ خطابات جو مسلمانوں کے اجارہ داروں کو دیئے گئے۔ وہ اس حقیقت کو آشکارا کر رہے ہیں

بعض مسلمانونکی بیداری مگر علماء سوء کی اسلام دشمنی!

جب علاقہ ملکانہ میں شدھی کا زور ہوا تو بعض اسلام کا درد رکھنے والے مسلمانوں نے چیخ و پکار کی اور اسلام کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچانے کے لئے ہر ایسی جماعت کو ابھارا جو تبلیغی سرگرمیوں کے لئے شہرۂ آفاق تھی۔ آخر مسلمانوں کے نمائندے وہاں پہنچے۔ اور جماعت احمدیہ نے بھی وہاں اپنا مشن کھولدیا۔ اور بڑے زور شور سے ہندوؤں کا مقابلہ شروع کیا۔ حتّٰی کہ ہندوؤں کے پاؤں اُکھڑنے شروع ہو گئے۔ تب ہندوؤں نے اپنے زر خرید غلام مسلمان علماء کو جو ہمیشہ سے ان کے آلہ کار بن کر اسلام کو تباہ کرتے چلے آ رہے تھے۔ اُبھار کر احمدیوں کے خلاف کر دیا۔ تب یہ بدبخت علماء کا طبقہ بجائے ملکانوں کو مسلمان کرنے کے ان کو یہ تلقین کرنے لگا۔ کہ احمدیوں کی باتیں مت سنو۔ تم ہندو ہو جاؤ۔ آریہ بن جاؤ۔ مگر احمدیوں کے پاس نہ پھٹکو۔ یہ ان بے حیا مسلمان علماء کی اسلام سے حد درجہ کی دشمنی کا ثبوت تھا۔

ان تمام واقعات و حالات سے یہ بات نہایت صفائی سے ثابت ہو گئی۔ کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ہندوؤں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ وہ ان کو جس طرح چاہتے نچاتے تھے۔ اور یہ مسلمان کہلا کر ان کے لیڈر کہلا کر ہر قدم میں اپنی قوم کو ہلاکت و بربادی کے عمیق در عمیق گڑھے میں گراتے جاتے تھے۔

بعض مسلم لیڈروں کی عقلمندی

مذکورہ بالا اندوہناک واقعات جہاں مسلمانوں کے ایک حصہ کو اسلام کے لئے دن بدن خطرناک سے خطرناک بناتے جا رہے تھے۔ وہاں بعض کی بیداری کا موجب بھی بنے۔ چنانچہ شدھی کے ایام میں بعض مسلمان (مثلاً مولوی محمد علی و شوکت علی وغیرہ) لیڈر ہندو لیڈروں کے پاس گئے۔ اور ان کو کہا۔ شدھی کی تحریک کو بند کر دو۔ اس سے ہندو مسلم اتحاد ٹوٹ جائے گا۔ مگر شردھانند وغیرہ نے ان کی اس درخواست پر بالکل توجہ نہ کی۔ اس سے بعض مسلم لیڈروں کے دل میں ہندوؤں سے نفرت پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ اور وہ کانگریس سے الگ ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو سنبھالنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر بعض لیڈر پھر بھی کانگرس کے ساتھ ملے رہے۔ جن کی تعریف میں ہندوؤں نے زمین و آسمان کے قلابے ملانے شروع کر دیئے۔

اسلام کے دشمن علماء کی پانچویں بے وقوفی

گورنمنٹ نے ارادہ کیا۔ کہ ہندوستانیوں

کو کچھ حقوق عطاء کر دیئے جائیں۔ اس وقت ان مسلمانوں نے جو کانگریس سے الگ ہو گئے تھے۔ اور جو پہلے ہی مسلمانوں کے سچے خیر خواہ چلے آتے تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت شروع کر دی۔ اور مسلمانوں کو بیدار کرنا شروع کر دیا۔ اور جداگانہ انتخاب کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مگر وہ لوگ جو ابھی تک اسلام کے دشمن بن کر ہندو قوم کا ساتھ دے رہے تھے۔ انہوں نے نمک خواری کا حق ادا کرنا شروع کر دیا۔ اور ایک بار پھر ہندوؤں کے آلہ کار بن کر جداگانہ انتخاب کی مخالفت شروع کر دی اور خوب مخالفت کی۔

احرار کی خلق آخر یا نمایاں شکل

متواتر تکالیف و شدائد اُٹھا چکنے اور بار بار کی ٹھوکروں سے مسلمان کچھ بیدار ہو گئے تھے۔ اور ان لیڈروں نے سمجھ لیا۔ کہ اب مسلمانوں کے کسی حصہ کو دھوکہ دے کر کام نہیں چلایا جا سکتا۔ کیونکہ وہ جداگانہ انتخاب کی حمائت میں کلی طور پر متفق ہو رہے تھے۔ اور اس طرح ان کا رسوخ کم ہونا شروع ہو گیا۔ جب ہندوؤں نے یہ دیکھا کہ ان کے آلہ کاروں کی آموز کا اب مسلمانوں پر کچھ اثر نہیں ہو رہا۔ تو انہوں نے ان لیڈروں سے تعلق رکھنا سفید ہاتھی کو باندھنے کے مترادف سمجھا۔ کیونکہ وہ ان کے دوزخ کو اسی وقت تک بھر سکتے تھے جب تک یہ اپنی قوم کو ان کے اشاروں پر تباہ کر سکتے تھے۔ مگر جب انہوں نے ان کی آواز کو بے حقیقت دیکھا۔ تو ان سے کنارہ کشی شروع کر دی۔ ان تمام حالات کے ماتحت مظہر علی اظہر اور افضل الحق اور عطاء اللہ بخاری۔ اور حبیب الرحمٰن وغیرہ نے جو گو پہلے ہی بے نام اور بے کام سے آدمی تھے۔ مگر اسلام اور مسلمانوں کو کھوٹے داموں بیچنے کے لئے لہو لگا کر شہداء میں شامل رہتے تھے۔ سمجھ لیا۔ کہ انہوں نے کانگرس کے پیٹ پر کافی پرورش پالی ہے۔ اب وہ زیادہ دیر تک ان کو اپنے اندر نہ رکھ سکے گی۔ اس لئے انہوں نے اس سے نکلنے کے لئے کسی بہتر موقعہ کی تلاش شروع کی۔ مگر ان کو کوئی بہانہ نہ ملا۔ آخر جداگانہ انتخاب کی شدید رَو کی تاب نہ لا کر فوراً کانگرس کے شکم سے نکل آئے۔ اور جو لوگ ابھی تک کانگرس کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ ان کی مخالفت میں سرگرمی دکھانے لگ گئے تھے۔ مگر چونکہ مسلمانوں کی نظروں سے بھی گر چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے اور مسلمانوں پر اپنا تسلط جمائے رکھنے کے لئے اپنی الگ پارٹی بنا کر اس کا نام **احرار** رکھا:

(باقی دارد)

پیغامی مشن

مولوی عمر الدین صاحب شملوی کی کج فہمی!

اور

فریب ابلہانہ کج ادائی!

احباب متذکرہ سرخی بزرگ سے غالباً اچھی طرح واقف ہیں۔ کہ یہ حضرت چشم بددور مذہبی طور پر عجیب بے پیندے کے واقع ہوئے ہیں۔ کبھی لاہوری۔ کبھی قادیانی۔ اور کبھی رادھاسوامی۔ اور اب دور تسلسل کے چکر میں پھنس کر اصحاب الاخدود میں جا شامل ہوئے ہیں۔ میرے چونکہ پرانے مہربان اور ایک طرح سے عزیزانہ نسبتی تعلقدار بھی ہیں اس لئے مجھے ان کی جسمانی حیثیت سے ان سے خاص محبت اور اخلاص ہے۔ مگر روحانی اور مذہبی میدان میں یہ جسم کالعدم کے قریب ہے۔ اس لئے میں مجبور ہوں۔ کہ ان سے اصحاب الاخدود کی طرز پر خطاب کروں۔

ابتداءً اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ جب سے میرے محترم شملوی صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے بوجہ ان کی بعض بے اعتدالیوں کے جماعت سے بدر کیا ہے۔ تب سے ہی محترم شملوی صاحب نے بھی عقائد صحیحہ و مسلمہ سے بتدریج معکوس بائیکاٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اگرچہ اوائل میں جبکہ میرے عزیز ترین دوست شملوی صاحب نے دہلی کے پیغامی پنجتن کے سامنے خطبہ جمعہ میں یہی بیان فرمایا تھا۔ کہ میرے عقائد بعینہٖ وہی ہیں۔ جو میاں صاحب کے ہیں۔ مگر چونکہ میں کام کرنے والا ہوں۔ ادھر سے مجھے نکال دیا گیا ہے۔ اس لئے میں کسی کام کرنے والی جماعت میں شامل رہ کر کام کرنا چاہتا ہوں۔ مگر درمیان قعرِ دریا تختہ بند ہو کر شملوی بزرگ جیسے تلون و تذبذب کے مجسمہ کے لئے ناممکن تھا۔ کہ چند روزہ صحبت پیغام میں بلبلا کر بے اختیار نہ بول اٹھتا۔ کہ ؎

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

چنانچہ آہستہ آہستہ کچھ زور و زر سے اور کچھ شرم و جبر سے دوری اور دیری کے ماتحت آخر صفاچٹ ہو گئے ہیں۔ اور اپنے قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی طرح اپنے تیس سالہ کئے کرائے پر بلا دلیل اور بلا وجہ معقول نہایت بے باکی اور

جسارت سے خط تنسیخ کھینچدیا ہے۔ اس تنسیخ کا عذر نا معقول جو حضرت شملوی صاحب پیش کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ وہ دلائل نبوت اور کفر و اسلام جو مباحثات شملہ میں دیکر فاتح و منصور ہؤا تھا۔ وہ میاں صاحب کی مریدی کے زیر اثر دیئے گئے تھے۔ ورنہ میں تو قبلہ محمد علی صاحب سے بھی چار قدم آگے تھا۔ حالانکہ حافظہ نباشد کے ماتحت میرے محترم شملوی صاحب کو ابتدائی مرحلہ بھول گیا کہ آنجناب خلافت کے دور ثانیہ کے ابتداء میں بدقسمتی سے حبائل پیغامیہ میں جکڑ بند ہو کر مذبذب تھے۔ پھر تحقیقات اور چھان بین کے بعد پیغامی رسن توڑ کر حضرت میاں صاحب کی غلامی میں آ شامل ہوئے تھے۔ اور مسلسل سترہ اٹھارہ سال حسب عادت جنگ و جدال اور بحث ابحاث میں روز بروز ان عقائد صحیحہ میں بالغ ہوتے گئے۔ اس اثناء میں میرے پیارے بھائی شملوی پر دریائے بیاس کے جھونکوں میں رادھا سوامیت غالب آگئی۔ اور بے اختیار فرمانے لگ پڑے۔ کہ رادھا سوامی کے بعض اصول اسلام سے بھی افضل ہیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔ بہر حال اس لامذہبی کے دور میں ضروری تھا۔ کہ وہ کچھ ظہور میں آتا۔ جو عیاں ہے

اس مختصر سی تمہید کے بعد میرے محترم شملوی صاحب مجھے حق گوئی میں معذور سمجھکر معاف کریں گے۔ کہ اگر میں یہ عرض کردوں۔ کہ شملوی صاحب کے اس دور جدید میں باوجود ان کی بار بار کی خامہ فرسائی پر جو میری دانست میں محض سوسائٹی میں شمولیت کی لاج رکھنے کی خاطر خانہ پُری کے طور پر ہے۔ میں نے یا کسی اور دوست نے بھی ایسی توجہ نہیں کی۔ کیونکہ یہ امر تحصیل حاصل اور تضیع اوقات کے مترادف ہے نہ دیکھ سکنے والے کی ڈنگوری پکڑ کر راہنمائی کی جاسکتی ہے۔ مگر ام لھم اعین لا یبصرون بھا کے مصداق انسان کے ساتھ سلسلہ جواب و سوال شروع کرنا کم از کم میرے دل میں سخت انقباض پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ جب کبھی بھی محترم شملوی صاحب قادیان آتے ہیں۔ میں بھی اور دوسرے دوست بھی علی العموم مذہبی قیل و قال سے مجتنب رہتے ہیں۔

غالباً اس جواب خموشی سے میرے خوش فہم شملوی صاحب شاید یہ سمجھتے ہوں۔ کہ میں لاجواب انسان ہوں۔ مگر حقیقت یہی ہے۔ کہ جب تک شملوی صاحب اپنی سابقہ تحاریر و تقاریر بابۃ مناظرات کی لفظ بلفظ معقولی رنگ میں تردید شائع نہ کریں۔ تب تک اتنا دو حرفہ فقرہ کہدینا کہ میاں صاحب کی مریدی کے زیر اثر وہ دلائل دیئے گئے۔ کسی ذی ہوش و عقل انسان کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ پیغام صلح میں شملوی صاحب کے مضامین اور مناظرہ اور جلسہ کی رپورٹیں ... مولفۃ القلوب کی مد میں بغیر کسی تائیدی اور تعریفی کلمات کے شائع کئے جاتے ہیں۔ تاکہ کل کو پھر اگر حسب عادت الٹ پلٹ جاویں۔ تو پیغام پر کوئی الزام نہ آئے۔

تاہم میں بھی اپنے دیرینہ تعلقات کی بناء پر ایڈیٹر پیغام کی طرح بمد تالیف قلوب شملوی صاحب کی تازہ خامہ فرسائی کے متعلق عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ جو میرے رسالہ "ختم نبوت" کے متعلق شملوی صاحب نے حال کے پیغام میں شائع کی ہے۔ جس میں محترم شملوی صاحب نے میری با وجہ بے اعتنائی اور خموشی پر اپنی شخصیت اور بہادری کی ڈینگیں مارتے ہوئے کہ "میں نے قادیان میں فخر الدین کو یوں لاجواب کیا۔ اور اس کے معاونین کو یوں خاموش کرایا۔ وغیرہ وغیرہ اس رسالہ کے تمام محکم اور مفصل دلائل اور حوالجات کو معنوی تحریف کا مصداق ٹھہرا کر ایک متشابہ حوالہ پر بے جا لاف زنی کی۔ دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ جن محکم حوالجات کے ماتحت میں نے اس متشابہ حوالہ کی تائید حاصل کی تھی۔ ان کے استدلال کو بھی درج کر دیا جاتا۔

رسالہ ختم نبوت جس متانت اور سنجیدگی اور وقار سے لکھا گیا تھا۔ وہ اہل پیغام کو آجتک خواب میں بھی نصیب نہ ہؤا ہوگا۔ اور وہ رسالہ ایسے لوگوں کی خاطر لکھا گیا تھا۔ جو قلب سلیم اور طلب حق کی تڑپ رکھتے ہوں۔ اس رسالہ کے متعلق شملوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں نے ایک گھنٹہ میں تمام و کمال پڑھ لیا۔ باقی تمام رسالہ تو معنوی تحریف کا مجموعہ تھا۔ البتہ ایک حوالہ ایسا ہے جو ہماری تائید میں ہے۔ الملخص۔

اس رسالہ میں نہایت لطیف اور زبردست پیرائے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مفصل حوالجات سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا ضرور مرسل نبی ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی لکھا گیا۔ کہ

"اس کا مزید ثبوت کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے مرسلانہ خصوصیت کا دعویٰ مراد ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل حوالہ سے بھی ملتا ہے۔ کہ حضرت صاحب سے عورت کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔ کہ وہ نبیہ ہو سکتی ہے۔ یا نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ الرجال قوامون علی النساء اور للرجال علیھن درجۃ عورتیں اصل میں مردوں کی ہی ذیل میں ہؤا کرتی ہیں۔ جب صاحب درجہ اور صاحب مرتبہ کے واسطے ایک دروازہ بند کر دیا گیا۔ تو یہ بیچاری ناقصات العقل کس حساب میں ہیں" (الحکم ۱۷؍ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء)

حضرت صاحب نے اس ارشاد میں عورت کی مرسلانہ نبوت کا ہی انکار فرمایا ہے۔ ورنہ مکالمہ الٰہی والی نبوت تو اللہ تعالیٰ مرد و عورت دونوں ہی کو عطاء فرماتا ہے۔ اور تیرہ سو سال تک جو دروازہ نبوت کا بند رہا۔ وہ دروازہ مرسلانہ

اور مامورانہ نبوت ہی کا دروازہ ہے۔ ورنہ حضرت صاحب عام نبوت کے دروازہ کا تو ختم نبوت کے تحت میں قیامت تک کھُلا نہ ہونا بیان فرما چُکے ہیں"۔

اس حوالہ اور اس کی توضیح کی موجودگی میں مولوی عمرالدین صاحب نے عجیب مضحکہ خیز نتیجہ یہ نکالا ہے۔ کہ

"حضرت مسیح موعودؑ تو فرماتے ہیں۔ کہ نبوت کا دروازہ ہی بند ہے۔ اِس لئے جب مرد بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ تو عورت کس طرح نبی ہو سکتی ہے"۔

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا!
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

حالانکہ اسی رسالہ میں جس کو محترم شملوی نے ایک گھنٹہ میں تمام و کمال پڑھ لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد حوالجات سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ اس بندش نبوت سے مراد ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیرہ سو سال تک کی ہے۔ جیسا کہ اسی رسالہ کے صفحہ ۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲ میں متعدد حوالے درج ہیں۔ مثلاً یہ کہ

"آنحضرت صلعم کے بعد بھی آپ کی امت میں بھی نبوت ہے...... چونکہ آنحضرت صلعم کے فیوض اور روحانی برکات کا دروازہ بند بھی نہ کیا گیا تھا۔ اور نبوت کے انوار جاری بھی تھے۔ جیسا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے نکلتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی مہر اور اذن سے اور آپ کے نور سے **نور نبوت جاری** بھی ہے۔ اور یہ سلسلہ بند بھی نہیں ہوا...... تیرہ سو برس تک نبوت کے لفظ کا اطلاق تو آپ کی نبوت کی عظمت کے پاس سے نہ کیا۔ اور اس کے بعد اب مدت دراز کے گذرنے سے لوگوں کے چونکہ اعتقاد اس امر پہ پختہ ہو گئے تھے۔ کہ آنحضرت صلعم ہی خاتم الانبیاء ہیں۔ اور اب اگر کسی دوسرے کا نام نبی رکھا جائے۔ تو اس سے آنحضرت صلعم کی شان میں کوئی فرق بھی نہیں آتا۔ اس واسطے اب نبوت کا لفظ مسیح کے لئے ظاہر بھی بول دیا...... سو خدا نے ایسا کیا۔ کہ اپنی حکمت اور لطف سے آپ کے بعد ۱۳۰۰ برس تک اس لفظ کو آپ کی امت پر سے اُٹھا دیا۔ تا آپ کی نبوت کی عظمت کا حق ادا ہو جائے۔ اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت چاہتی تھی۔ کہ اس میں بعض ایسے افراد بھی ہوں۔ جن پر آنحضرت صلعم کے بعد لفظ نبی اللہ بولا جاوے۔ اور تا پہلے سلسلہ سے اس کی مماثلت پوری ہو۔ آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ کے واسطے آپ کی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا" (الحکم ۱۷ر اپریل ۱۹۰۳ء)

پھر حقیقۃ الوحی کا مشہور و معروف حوالہ صفحہ ۳۹۱ والا صفحہ ۱۳ پر درج کیا گیا تھا۔ "کہ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔

پس اِن محکم حوالجات کی روشنی میں اگر کوئی صاحب بصیرت انسان معترضہ حوالہ کو مع اس کی توضیح کے تمام و کمال غور و فکر سے مطالعہ کرے۔ تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا۔ کہ حضرت اقدس نے جہاں کہیں بھی نبوت کی بندش کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہی مرسلانہ نبوت ہے ورنہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ والی نبوت بہر صورت جاری رہی اور جاری رہے گی۔ شملوی صاحب افسوس ہے کہ نمک شد کے مصداق بن کر لا تقربوا الصلوٰۃ تک ہی تمام و کمال پڑھتے ہیں۔ مگر جو اس کے لوازمات وانتم سکاریٰ والے اِدھر اُدھر مزین کئے گئے ہیں۔ ان سے شملوی صاحب کی آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ ورنہ شملوی صاحب اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ عورتوں کے لئے تو روز ازل سے ہی نبیہ بنایا جانا ممتنع قرار دیا گیا ہے۔ تو آنحضرت صلعم کے بعد ان کی نبوت کی نفی و اثبات کا سوال و جواب بھی تحصیل حاصل ہے۔ کیا شملوی صاحب کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے عورتیں نبی ہُوا کرتی تھیں۔ حضرت اقدس نے تو آیت الرجال قوامون والی پڑھکر تصریح فرما دی۔ کہ ہر مرد نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر مرد عورت سے افضل نہیں۔ بلکہ ممکنات اور واقعات سے ہے۔ کہ بعض عورتیں بھی مردوں سے افضل ہیں۔ پس یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ ایک عمومی اصول سے دھوکا کھا کر یا نہ سمجھ کر اپنی فریب خوردگی کو دوسروں تک وسیع کیا جاوے۔

میں نے اس رسالہ میں نہایت وضاحت سے اور محققانہ پیرایہ میں ثابت کیا ہے۔ کہ اہل پیغام خصوصاً امیر پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو عام مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ والی نبوت قرار دے کر حضرت صاحب کے منصب کی خِفّت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ عام مکالمہ الٰہیہ والی نبوت تو عورتوں کو بھی میسر آسکتی ہے۔ مگر وہ نبی نہیں کہلا سکتیں۔ پس اگر مکرم مولوی عمرالدین صاحب از راہ احقاق حق اس رسالہ کے تمام حوالجات پر مجموعی طور پر نظر ڈالتے۔ اور ایک کو دوسرے کے ذریعہ حل کرنے کی طرف دیانتدارانہ توجہ فرماتے۔ تو اس وسواس اور دغدغہ کے دلدل میں یوں نہ پھنستے۔

الحکم ۱۷ر اپریل ۱۹۰۳ء میں تفصیلی حوالہ جس میں حضرت اقدس نے نبوت کی تیرہ سو سال تک بندش کا ذکر مع وجوہات بیان فرمایا ہے۔ اس کے خاتمہ پر ہی یہ متشابہ حوالہ ہے۔ جس کو فی قلوبہم زیغ کے مصداق شملوی صاحب نے لیکر تھوڑی دیر کے لئے اصحاب الاخدود کی شاباشی لے لی ہے۔ اس رسالہ میں اس حوالہ کے پیش کرنے وقت یہ موضوع ہی زیر بحث نہ تھا۔ کہ آیندہ نبوت بند ہے۔ یا جاری۔ بلکہ صرف عام مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ اور کثرت مخاطبہ و مکالمہ کا مابہ الامتیاز ثابت کرنا

مقصود تھا۔ ورنہ اجرائے نبوت کا مسئلہ تو پہلے مفصل حوالہ میں حل ہو چکا تھا۔ عقلمند آدمی اس مختصر سے حوالہ کو اس بڑے حوالے کے حوالہ کر دیتا۔ اور سمجھ لیتا۔ کہ یا تو حضرت اقدس کی تحریر کے مطابق اس سے تشریعی نبوت کی ہمیشہ کے لئے بندش مراد ہے یا پھر وہی بندش نبوت غیر تشریعی مراد ہے۔ جو چند سطر پیشتر حضرت اقدس کھول کھول کر فرما چکے ہیں۔ کہ تیرہ سو برس تک نبوت بند رہی۔ بہر حال ہر دو قسم کی نبوت مرسلانہ یا مامورانہ نبوت ہی ہوگی۔ جیسے کہ مولوی عمرالدین صاحب شملوی فیصلہ شملہ کے ٹائیٹل پر حضرت اقدس کا دعویٰ حضرت اقدس کے الفاظ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ

”ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہم رسول اور نبی ہیں“

رسالت اور نبوت کا مرکب دعویٰ جس کے لئے میں نے مرسلانہ نبوت کی اصطلاح اپنے مضمون میں قائم کی تھی۔ تیرہ سو سال میں بجز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اور کسی محدث غوث۔ قطب ولی کی زبان سے نہیں نکلا۔ کیونکہ وہ مرسل نبی نہیں تھے۔ اور نہ ہی ہو سکتے تھے۔ دروازہ نبوت بند تھا۔ تیرہ سو سال کے بعد وہ دروازہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کے لئے کھلنا مقدر تھا۔ جیسا کہ حضرت صاحب بار بار کتابوں میں اور تقریروں میں فرما رہے ہیں۔

محترم شملوی صاحب اس رسالہ کے محکم حصہ کو صرف دو حرفی جملہ ”معنوی تحریف“ لکھ کر بے طرح لمح دے گئے ہیں۔ جو ایک حق پسند انسان کی شان کے بالکل منافی ہے۔ مگر خود اپنے چھوٹے سے تذرہ میں جس قدر تحریف لفظی اور معنوی کا مظاہرہ کیا ہے وہ دو ہزار برس میں اپنی نظیر آپ ہے۔ مثلاً لکھا ہے ”مولوی فخرالدین صاحب حضرت مسیح موعودؑ کو مرسلانہ نبوت کا مدعی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ خود اس امر کے مدعی نہیں۔ بلکہ آپ کا دعویٰ دراصل مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہی کا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

صرف یہ دعویٰ ہے۔ کہ ایک پہلو سے میں اُمتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ سے **بکثرت مکالمہ و مخاطبہ** پاتا ہوں“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے اس سے بڑھ کر کسی امر کا دعویٰ کرنے والے پر سخت لعنتیں کی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

ان اللّٰہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ..... ولعنۃ اللّٰہ علٰی من ادعٰی خلاف ذالک مثقال ذرۃ ومعھا لعنت الناس والملائکۃ استفتا صفحہ ۱۶

اللہ تعالیٰ نے میری نبوت سے بجز مکالمہ مخاطبہ کی کثرت کے اور کچھ ارادہ نہیں فرمایا۔ اور مکالمہ مخاطبہ اکابر اہل سنت کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ اور خدا اور لوگوں اور فرشتوں کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے ایک ذرہ برابر بھی اس کے خلاف دعویٰ کیا ہو۔“

مکرم مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے اس ایک ہی حوالے کے پیش کرنے میں جس قدر لفظی اور معنوی تحریف سے کام لے کر تنکوں کا سہارا لینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ وہ نہایت ہی شرمناک ہے۔ اس میرے مضمون کے متعلق تو بغیر کسی ثبوت پیش کرنے کے معنوی تحریف کا بے سر و پا الزام لگا کر دربار امارت سے خوشنودی کا سارٹیفکیٹ حاصل کر لیا۔ مگر آپ نے تحریف میں کمال دکھا کر اگلے پچھلے محرفین کے بھی کان کتر کر رکھ دیئے ہیں۔ نہ صرف تحریف بلکہ افسوسناک دروغ گوئی سے بھی باز نہیں رہے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں کہ۔

”حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کے مدعی نہیں۔ (یعنی مرسلانہ نبوت کے) بلکہ آپ کا دعویٰ دراصل مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا ہے“ مگر اس کے ثبوت میں جو حوالہ پیش کیا ہے۔ اس میں کثرت مکالمہ مخاطبہ کا دعویٰ ہے۔ نہ کہ نرے مکالمہ کا۔ جو بموجب حوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے صرف اور صرف نبی کے لئے مخصوص ہے۔ پھر مولوی صاحب خود ”فیصلہ حکم“ شملہ کے ٹائیٹل پر جلی الفاظ سے حضرت اقدس کا دعوٰے حضور ہی کے الفاظ میں یوں شائع کر چکے ہیں۔ کہ

”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں“

کہاں صرف عام مکالمہ مخاطبہ جو عورتوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ اور کہاں یہ مخصوص کثیر مکالمہ مخاطبہ جو صرف مرسل نبی کو ہی ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ حق کی مخالفت اور باطل کی حمایت اچھے بھلے اور لکھے پڑھے انسان کو کہاں سے کہاں جا گراتی ہے۔

کیا یہ امر ایک آن کے لئے بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ مولوی عمرالدین صاحب مناظر شملہ عام مکالمہ مخاطبہ اور بکثرت مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ میں تمیز نہیں کر سکتے۔ پس عام مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے دعویٰ کے ثبوت میں بکثرت مکالمہ مخاطبہ کے حوالہ کو پیش کر کے اگر پبلک کو دھوکہ دینا مقصود نہیں۔ تو اپنے تئیں فریب میں پھنسانا یقینی امر ہے

یہ کس قدر دیانت سے دور فعل ہے کہ اپنی بات کی پچ میں حضرت اقدسؑ کے حوالہ میں ہی تحریف لفظی و معنوی کا ارتکاب کیا جاوے۔ چنانچہ اگلے عربی حوالہ میں بھی وہی کمالِ تحریف دکھایا گیا ہے کیونکہ اس میں بھی کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا ذکر ہے مگر جب اس ضمیر کے معنے کئے ہیں۔ جو کثرت مکالمہ مخاطبہ کے قائم مقام ہے۔ تو اس کے معنے صرف مکالمہ مخاطبہ تک ہی محدود کر دیئے ہیں۔ مکرم مولوی صاحب! معنوی تحریف کا...... کمال اس کو کہتے ہیں ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

شملوی صاحب کی اس بے باکانہ تحریف

سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ان کے دل بگڑے ہوتے ہیں۔ مگر یہ کم بخت ناک صحیح رستہ پر نہیں چلنے دیتی۔ اب بتایئے شملوی صاحب کہ تحریف آپ کی ثابت ہے۔ یا میری۔ حضرت اقدسؑ جس کو کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ بیان فرما کر عام مکالمہ سے متمیز کریں۔ اس کو آپ عام مکالمہ کی طرح قرار دیکر تلبیس حق کے مرتکب بنیں۔ اور پھر الزام دیں مجھے معنوی تحریف کا۔ بموجب پنجابی مثال کے کہ

نالے چور تے نالے چتر

امید ہے کہ اس قدر خدمت و تواضع شملوی صاحب کی تسکین کے لئے کافی ہو گی۔ مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق میرے ایک حوالہ پر شملوی صاحب نے متمسخرانہ انداز میں فرمایا ہے۔ کہ پہلے حکیم مرہم عیسےٰ فخرالدین کے ہم خیال ہو گئے تھے۔ لیکن میری تشریح کے پیش کرنے پر مرہم عیسےٰ نے خلاف فیصلہ دیدیا۔ سچ ہے ؎

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا!

خود مولوی شملوی صاحب اور دوسری پبلک اچھی طرح جانتی ہے۔ کہ یہ ہر دو بزرگ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ اسی مرہم عیسےٰ کے بالمقابل سنہ ۱۸ء میں یہی مولوی شملوی صاحب اسی فیصلہ کن حوالہ کو پیش کر کے ثالث کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر انہی کے الفاظ میں فیصلہ حکم کے صفحہ ۲ پر موجود ہے۔ آپ پہلے اس کو جھوٹا ثابت کر کے دکھائیں۔ اور پھر ہم سے اس کی مزید تشریح کرائیں۔

انشاء اللہ تعالےٰ ہم پہلے سے بھی بہت زیادہ آپ کا گھر پورا کر دیں گے۔ قبل از مرگ واویلا بے سود ہے ؎ والسلام

خاکسار:۔ فخرالدین ملتانی ۱/۳۶

ثنائی مشن

اہلحدیث کا مسلّمہ حدیث سے انکار

اہلحدیث مورخہ ۱۸ر اکتوبر ۳۵ء میں ایک مضمون "بارقۃ السیف" کے نام سے شائع ہوا ہے جس میں حدیث من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ یعنے جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا۔ اس کی موت کفر کی موت ہوتی ہے۔ پر بحث کر کے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ کہ یہ حدیث سراسر غلط اور موضوع ہے۔

ناظرین کی واقفیت کے لئے یہ بتلا دینا ضروری ہے۔ کہ کیوں اس حدیث کو غلط ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔ سو برادران کرام۔ آپ کو اس حدیث کے ترجمہ سے ہی معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ یہ حدیث ایک ایسی زبردست حدیث ہے۔ کہ اس کے آگے ہر طالب صادق اور محقق ایمان کو جو فرمودہ رسول مقبولؐ کے آگے اپنا سر تسلیم خم کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا ضروری اور لابدی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں بالتصریح اپنے زمانہ کے امام پر ایمان لانے کا تاکیدی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور بصورت دیگر اس کو کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ اب غیر احمدیوں کے لئے یہ تو ممکن نہ تھا۔ کہ سوائے حضرت اقدس کسی دوسرے کو امام الزمان قرار دیتے۔ کیونکہ کسی دوسرے کا امام الزمان ہونے کا ثبوت تو کیا دعوےٰ ہی نہیں!

لہذا ناچار اس حدیث کو ہی غلط قرار دینے کے لئے آمادہ اور رسول مقبول سے ہی برسرپیکار ہونا شروع ہو گئے۔ مگر ہم ناظرین کے سامنے ان کی غلطی کو ہی ثابت کر کے ان سے استدعا کرینگے کہ وہ الغریق یتشبث بالحشیش کے مصداق نہ بنیں بلکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا کر سعادت دارین حاصل کریں۔ اور اس وعید سے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اپنے آپ کو بچائیں۔

اس مضمون میں سب سے پہلی وجہ جو اس کو غلط قرار دینے کے لئے پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ منہاج السنۃ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا ہے۔ کہ ھٰذا الحدیث بھٰذا اللفظ لایعرف کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث معروف نہیں۔ اور کسی معتبر و مشہور کتاب حدیث میں بھی یہ حدیث بایں الفاظ بیان نہیں ہوئی۔ لہذا یہ حدیث قابل قبول نہ رہی۔

ناظرین کرام! یہ استدلال اس قدر غلط اور بودا ہے۔ کہ کوئی عقلمند اس کو قبول نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس بات کو قابل اعتنا سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر بفرض محال شیخ الاسلام ابن تیمیہ یہ کہدیں۔ تو فقط ان کے ایسا کہہ دینے سے یہ حدیث غلط قرار نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ جب تک اس کے

کے لئے کافی دلائل اور شواہد نہ ہوں۔ اصولیین کے نزدیک قابل اعتنا نہیں۔ لہذا ان کا فقط یہ کہدینا قابل قبول نہیں۔

باقی رہا یہ کہنا۔ کہ یہ حدیث کسی معتبر کتاب حدیث میں مذکور نہیں۔ تو یہ بھی مضمون نگار کی عدم وسعت نظر اور علم کا نتیجہ ہے۔ چونکہ مضمون نگار اہلحدیث ہے۔ اس لئے ان کے لئے صرف یہی کہدینا کافی ہے۔ کہ اس حدیث کو سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو اہل حدیث کے مسلمہ بزرگ اور امام ہیں۔ اپنی کتاب "منصب امامت" میں درج فرمایا ہے۔ اور میرے خیال میں کسی اہل حدیث کو اس سے چون وچرا کرنے کی جرأت نہیں۔

ہاں اگر اس سے بھی زیادہ انہیں اپنی تسلّی کرنا ہو۔ تو وہ اس حدیث کو "مسند احمدؒ" جلد ۴ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اور مسند احمدؒ حدیث کی وہ مشہور ومعتبر کتاب ہے۔ کہ صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے اور بعض نے تو اس کو بخاری سے بھی زیادہ درجہ دیا ہے۔ پس اگر مسند احمد میں ہونے کے باوجود بھی یہ حدیث حدیث نہیں کہلا سکتی۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ کی سند پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ تو پھر بتلایا جائے۔ کہ اس سے زیادہ معتبر اور مشہور کتاب کونسی ہو سکتی ہے۔ کیا وہ کنوز الحقائق جس کا حوالہ مضمون نگار نے پیش کیا ہے؟

دوسرا امر جو مضمون نگار صاحب نے اس حدیث کی تغلیط کیلئے پیش کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ امام سے مراد بادشاہ ہوتا ہے۔ نہ کہ روحانی امام۔ سو یہ بھی ان کی کم علمی کا ایک ثبوت ہے۔ کیونکہ ہر جگہ امام سے مراد بادشاہ نہیں ہوتا۔ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام امام نہ تھے۔ کیا توریت امام نہ تھی۔ کیا مومن واجعلنا للمتقین اماما دعا نہیں کرتے۔

پس ہر جگہ امام کے معنی بادشاہ کے نہیں ہوتے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیوں یہاں بادشاہ کے معنے نہ کئے جائیں۔ تو اس کا جواب بھی اسی حدیث کے الفاظ کے اندر موجود ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ من لم یعرف امام زمانہ۔ یعنے جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا۔ اب پہچاننے کے الفاظ بتلا رہے ہیں۔ کہ یہاں بادشاہ مراد نہیں۔ کیونکہ بادشاہ کو پہچاننے کا کیا مطلب؟ بادشاہ تو وہ ہے۔ جسے ہر شخص پہچانتا ہے۔ اس کے پہچاننے کے معنی ہی کیا ہوئے۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ یہاں امام سے مراد روحانی امام ہے نہ کہ جسمانی۔

تیسرا امر جو اس حدیث کو صحیح مان کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تکذیب کی خاطر بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے۔ الائمۃ من قریش۔ کہ آئندہ امام قریش سے ہونگے۔ اور امام وہ ہوتا ہے۔ جو جہاد و قتال کرے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ جہاد و قتال کیا اور نہ ہی آپ قریش سے تھے۔ لہذا آپ امام الزمان نہ ہوئے۔ لیکن یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ مضمون نگار صاحب کہتے ہیں۔ کہ امام قریش سے ہی ہونا چاہیئے۔ لہذا انہیں مسیح اسرائیلی کا بھی منکر ہونا پڑے گا۔ کیونکہ آپ تو بالاتفاق قریشی میں سے نہیں۔ اور یہ حدیث کہتی ہے۔ کہ امام وہی ہوگا۔ جو قریش سے ہو۔ پس اگر باوجود قریش نہ ہونے کے حضرت مسیح علیہ السلام بقول شما امام ہوں گے۔ تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا؟

پس لامحالہ آپ کو یا تو یہ حدیث غلط قرار دینا پڑے گی۔ یا تطبیق کرنا آپ کا فرض ہوگا۔ یہ حدیث اگر آپ غلط قرار دیں۔ تو معاملہ صاف ہو جائے گا۔ اور اگر آپ تطبیق دیں۔ تو یہی کر سکیں گے۔ کہ آنے والا اس سے مستثنےٰ قرار دیا جائے گا۔ اور یہی ہم کہتے ہیں۔ کہ آج تک جس قدر امام ہوئے وہ قریش میں سے تھے۔ مگر مسیح موعود علیہ السلام اس سے مستثنےٰ ہیں۔ فما الاعتراض۔

باقی رہا۔ جہاد و قتال۔ تو اگر اس سے مراد مذہب کی خاطر لوگوں کو تہ تیغ کر کے اسلام کا اقرار کروانا ہے۔ تو اس سے اسلام کی عزت قائم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی صداقت کو بٹہ لگتا ہے۔ کہ وہ اپنی صداقت کے لئے تلوار کا محتاج ہے۔ اور ایسا مذہب نہیں۔ جو اپنی صداقت براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے ثابت کر سکے اس لئے اسلام جھوٹا مذہب ٹھیرتا ہے۔ تو کیوں امام الزمان یہ کام کرتے۔ کہ بجائے اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے اُلٹا اس کی کمزوری عیاں ہوتی۔ اور ایسا کیا ہی کیوں جاتا۔ جب خود اسلام لا اکراہ فی الدین کہتا ہے۔ اور اگر آپ کی مراد جہاد و قتال سے مراد قرآن مجید والا جہاد و جاھدھم بہٖ کبیرا۔ یعنی قرآن شریف ذریعہ جہاد نہ کہ تلوار کے ذریعہ سے جہاد ہے۔ تو حضرت اقدس کی تو ساری زندگی اسی جہاد میں گزری۔ اور اسی جہاد میں ہی آپکا وصال ہوا۔ پس آپ کی صداقت تو اس طرح روز روشن کی طرح ثابت ہے اور آپنے ایسے طور پر یہ جہاد کیا۔ کہ خاص عام تو کیا بادشاہ وقت کو بھی اسلام کی دعوۃ دی اور اپنی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

ناظرین کرام! یہ تھے۔ وہ اعتراضات جو اس حدیث کو غلط قرار دینے کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ جن کا جواب بفضلہ ہم نے دیدیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور مشہور و معتبر کتب احادیث میں موجود ہے پس اب بھی اگر کوئی شخص نہیں سمجھتا تو سہ

چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

پس اے ہمارے بھائیو! کچھ تو اللہ تعالیٰ کا خوف کرو۔ اور کبھی تو اپنے دل میں سوچو کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ اس زمانہ کے امام نہیں تو اور کون امام ہے جو دعویٰ کرتا ہی۔ کہ مَیں امام الزمان ہوں۔ اور اس کیلئے نشانات اور معجزات بھی ظاہر ہوئے ہوں۔ اور تائید الٰہی اس کیساتھ ہو۔ اب ہم اسی پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ وَمَا علینا الا البلاغ: (خاکسار:۔ چوہدری محمد شریف مولوی فاضل قادیان)

بعض احباب کی خواہش پر فاروق کی رعایتی کتب کے اعلان کی میعاد میں توسیع

۳۱ر جنوری سنہ ۱۹۳۶ء تک

محصولڈاک بذمہ خریدار

نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی	نام کتاب	اصلی	رعایتی
تبلیغ رسالت کی چار جلدیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ معرکۃ الآراء اشتہارات جمع کر دیئے ہیں جو حضورؑ نے صداقت اسلام اور منکرین پر اپنی صداقت کیلئے ۱۸۹۶ء سے لے کر ۱۹۰۸ء یوم وفات تک شائع کر کے اتمام حجت کی۔ یہ اشتہارات ایسے نایاب ہیں۔ جن کا آج دستیاب ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔ خدا کے فضل سے خاکسار ایڈیٹر فاروق نے ان سب کو بڑی تلاش کے بعد بہم پہنچا کر محفوظ کر دیا ہے چاروں جلدوں کی اصلی قیمت	للعہ ۸ر	۶ر	نے مباہلہ سے انکار کیا تھا۔	۴ر	۲ر	**تارپیڈو۔** چھوت چھات کے متعلق یہ وہ رسالہ ہے جس نے پنجاب میں اس قدر مقبولیت حاصل کی کہ اب چوتھی دفعہ طبع کرایا گیا ہے۔ ہر مسلمان کے ہاتھ میں یہ رسالہ ہونا ضروری ہے۔	۲ر	۱ر
التشریح الصحیح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جن ۲۹ الہامات پر غیر احمدی مولوی اور ان کے دام افتادہ ہمیشہ اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ ان کے تمام اعتراضوں کے عقلی و نقلی مکمل اور مدلل اور مفصل جوابات چند نسخے باقی ہیں۔ قیمت	۸ر	۴ر	**فیصلہ خدائی** امرتسری کے مسلمات سے خدا نے جو آخری فیصلہ فرمایا کہ ثناء اللہ برمسلمات ثنائی کو زندہ رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ اس کی مکمل بحث اور اس کے ساتھ حضرت اقدس کے اصلی خط کا عکس اُتار کر شامل کیا گیا ہے۔ نایاب	۴ر	۲ر	**ویدک توحید کا آئینہ۔** دیکھنے کے قابل ہے۔ ردّ آریہ سماج کے لئے۔	۲ر	۱ر
التنقید مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے رسالہ قبر مسیح کا مسکت و دندان شکن جواب از قلم فاضل راجیکی	۳ر	۱ر	**چودھویں صدی کا یہودی** مولوی ثناء اللہ نے ایک رسالہ چودھویں صدی کا مسیح شائع کیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں یہ رسالہ امرتسری کی شان میں لکھا گیا۔	۳ر	۱ر	**دہرمپال کا کچا چٹھا۔** قابل دید ہے۔	۱ر	-ر
صادق کلمات مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے رسالہ ہفوات مرزا کا جواب لاجواب۔	۴ر	۱ر	**بحر حقیقت** محمد علی مونگیری علیہ ما علیہ کے مریدوں کے ایک رسالہ کا جو حضرت اقدسؑ کے خلاف شائع ہوا تھا تحقیقی جواب۔	۴ر	۱ر	**اظہار الحق** ایک احمدی لڑکے کا نکاح ایک غیر احمدی عورت سے ہوا تھا۔ اس کا مقدمہ لمبے عرصہ تک ریاست بہاولپور میں رہا ہے۔ اس مقدمہ میں جو تحریری بیان سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے احمدیوں کے مسلمان ہونیکا اور مخالف فریق کے پیش کردہ وجوہات کفر کی تردید کا مکمل طور پر عدالت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس نام سے شائع ہوا ہے ہر احمدی کے مطالعہ کے قابل ہے۔	۱۲ر	۸ر
مرقع ثنائی مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا وہ پرچہ اخبار جس میں امرتسری			**تنقید صحیح** فرقہ بابیہ نے ایک رسالہ سلسلہ احمدیہ کے خلاف لکھ کر یہ ثابت کرنے کی بے سُود کوشش کی تھی کہ مہدی و مسیح دو وجود ہیں۔ ایک علی محمد باب دوسرا بہاء اللہ اس کے جواب میں مولوی جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ دمشق نے یہ لاجواب رسالہ لکھا ہے جس کی تردید بابیوں سے نہ ہو سکی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ نیز بابی مذہب سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے یہ رسالہ عجیب ہے۔	۸ر	۳ر	**فتنہ احرار اور گورنمنٹ!** احرار اور گورنمنٹ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے چار تاریخی خطبے جو حضور نے اول اول فرمائے تھے مع واقعات احرار کانفرنس قادیان	۴ر	۱ر

منیجر اخبار فاروق قادیان
ضلع گورداسپور (پنجاب)

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)